رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERED NO. A. 783



مستان المطابع پریس لکھنؤ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و اڈیٹر چھپ کر شائع ہوا

قیمت فی پرچہ ۲ ؎

اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ کا عطر حنا خاص ترکیب سے بنتا ہے

جلد ۱۵ نمبر ۳

مضامین

بابت ۲۱ جنوری ۱۹۳۰ء

رباعیات بسنت

آیا مجھے یاد ساقیا مست کہ مست
کہہ مجھ کو خبر ہے آ گیا دیکھ بسنت
بھر دے اک جام زعفرانی مے کا
ہو جائے شگفتہ طبیعت کا اخت

ہے تجھ کو خبر بسنت آیا ہے بھرا
سارنگی والے گا رہے ہیں دادرے
مدت سے مختسب مری تاک میں ہے
بیٹھا ہے خراب زعفرانی گھر ہے

جس کو پی کر کھلے مرے دل کی کلی
بڑھ جائے خون جسم و رس باغ کی
ان آج تو دل کھول کے پلا ساقی
مینا اور محتسب میں ہے خوب چلی

یہ لطف بہار حیف خالی جائے
مستی با آن میں پانی ہی پالی جائے
دختر رز کا نہ پوچھا مجھ سے طور
جب تک نہ یہ خوب دیکھی بھالی جائے

ساقی بلوا دے آج ہے لطف بہار
ہے جوش نمو ہر اک شگوفہ پہ سوار
آتے ہیں گل پیادہ بھی دو دو میں
دو دن کے مال خزاں کا پندار

گلشن میں ہر اک سمت ہے گیندا پھولا
گل کی ہے عندلیب الفت بھولا
زردی پہ بسنت کے زر گل ہے نثار
باندھے ہیں جانان چمن دن گولا

یہ دیکھ کے ہوگی کرکری سیالی ہے
پتے ہیں کہ خزاں گری جاتی ہے
پھرتے ہیں اپنڈے جوانان چمن
گلشن میں ہر اک کی مت پھری جاتی ہے

"نسیم"

منتق آرا بیگم
بنام گورنر بنگال

لاٹ صاحب! اخباری کالموں میں ایک چیخی چھپی ہے لوگ کہتے ہیں کہ وہ تمہارے وزیر نے اسی طرح لکھی ہے جس طرح اپنی کو چڑے ہنگ اپنے دونوں کی قسم مجھے ہرگز یقین نہیں ہے کہ تمہارا سا قابل لائق اور سون بھگیا

دستان جو غالباً منطق سے بالکل بے بہرہ ہوگا۔ میں کبھی یہ نہیں مانتی کہ یہ جی لوگوں کے ذہن میں ہیں حکومت کو بدنام کرنے کا یہ بھی ایک ڈھنگ ہے۔

میں میرا خیال ٹھیک ہو تو تمہیں پُرکھوں کی جان کی قسم کوئی دورعایت نہ کرو اور حجت سے انکار کر دو کہ ماشا شد میں اس کارروائی سے واقف نہیں پھر تم اُن موٹے اخبار نویسوں سے کہہ دو کہ ان کی خبروں نے یہ طوفان جوڑا۔

اس چٹھی میں دو تین باتیں نہیں بلکہ سب باتیں ایسی ہیں جنہیں دیکھ کے خواہ مخواہ بدگمانی ہوتی ہے۔

(۱) جو سرکاری ملازمین شاہی کمیشن کے سامنے شہادت دینے کے لیے پیش کیے جائیں ان کو بطور رہنمائی چند ہدایات دینی چاہئیں۔

میں پوچھتی ہوں آخر کیوں؟ کیا وہ تمہیں بھولے نادان معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں ہر ایک سرکاری ملازم کو اختیار ہے کہ ان دنوں میں تیرا سماں جب جی چاہے تمہیں بتا دے اور کہے کہ ہم حاضر ہیں ہماری گواہی لے لو۔

کوئی وکیل بھی گواہ کو یوں الم نشرح نہیں سکھاتا پڑھاتا۔ وہ جرح کے سوال گواہ سے اکیلے میں بیٹھ کے کرتا ہے اور جو بات مقدمہ کے خلاف ہوتی ہے اس پر ڈانٹ ڈپٹ بتاتا ہے " ابے کیا بکتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ تو مقدمہ ہروائے گا "

پولیس بھی زنا بالجبر کے مقدمہ میں گواہ کو کسی اندھیری کوٹھری کے اندر بٹھا کے سکھاتی ہے:

" سنا اگر تو نے یہ نہ کہا کہ ہم نے ملزم کو ارہر کے کھیت میں دیکھا تھا۔ لنگی کی لانگ کھلی ہوئی تھی۔ جیسے ہی ملزم نے ہمیں دیکھا لانگ باندھتا ہوا بھاگا تو پھر یہ سمجھ لے اور تیرا سر۔ کہاں جائے گا۔ دو برس کو رگڑا گھیٹ ہو جاؤ گے "

لاٹ صاحب! دیکھو تم بڑے آدمی ہو ولایت کے پڑھے ہوئے۔ یہاں کے وکیل یا پولیس والے بیچارے کالے کلوٹے ناداں ہیں عقل و شعور لیکن حقیقت میں یہ بیچارے تمہارے جاہل علم میں سمجھا گیا کہ جس میں یہی کمی ہے کر تم تو یہاں کے کالے کلوٹے سے زیادہ ہوشیار ہیں جنہیں گواہ کو سکھاتے پڑھاتے کوئی نہیں دیکھتا

سرکاری نوکر چاکر ایسے کچلے چند دن نہیں پھرتے کہ اپنی مرضی سے گواہی میں نام لکھوائیں۔ یہ کام تمہارا ہے کہ پھر بوجھے لے گئے آٹھوں کا نٹو گیت گواہ چن کے منظور کرو۔ خاص کمیشن ہے کوئی گداگر کمیشن نہیں ہے۔ اسکے گواہ بھی خاطر پسند ضرور رہیں ہونگے۔ تو غیر آتمو ہتھو تو ہونگے نہیں۔

(۲) ایسے مواقع بھی ہیں کہ حکومت اپنے ملازمین کو آئینی کمیشن کے سامنے شہادت دینے کے لیے پیش کر سکتی ہے بہت کم آتے ہیں اور وہ بھی جو شہادت دی جاتی ہے وہ قانون شہادت کے ماتحت ہونی چاہیے۔ (یعنی دفعہ ۱۲ قانون ملازمین سرکار کے مطابق)

یہ سچ ہے۔ مگر مثل مشہور ہے جنگل کے بچے کو ہرنا کس نے سکھایا۔ آئینی کمیشن کے سامنے گواہی دینے کے موقع کبھی کبھار آتے ہیں پھر بھی صاحب لوگ

گو ہی رہنے کی کیا ضرورت ہی جس طرح معلوم ہوں وہ شاہ
دنیا میں تو بھی ہوتی آئی ہے - وہ یہی ہو سکتا ہے کہ
کہتے - لڑکی ایسی معمولی چیز کیوں اس سستے داموں
پھر دی جاتی ہے؟ میرا امتحان آیا ہو دس ہو گئی
دشمنی آنت ہے نہ پیٹ میں دانت بھئی میں نے
کسی سرکاری ملازم کو سرکار کے خلاف زبان کھولتے
نہیں دیکھا - پھر تو آپ ہی کی لکھ چکے ہیں اسے میں
گواہی دینی ہوگی - ایسا بھی وقت کون ہوگا کہ جس
ہانڈی سے پیٹ بھرے
اسی میں چھید کرے -
زیادہ برس نہیں ہوا
ہوگا کہ تنخواہ بڑھانے ...
اتنی تھوڑی سی آمدنی میں
گزر نہیں ہوتی - تو معمولی
بات ہے - افسوس کا پرچہ
ہے کبھی حکومت رسیلی
نہیں ہوئی ملکہ ... اٹھا
مشکور ... ظاہر ہوتا
ہے سب یہی کہتے ہیں
کہ صاحب حکومت بڑی
کفایت شعار ... بکھ
... لکھی ہو ... ہے
اسکے علاوہ بھی برائی کی
آپ نہیں کرتا -
یہ کمیشن کا سامنا آپ
کی بھوت کمیشن پیچھے ...
کبھی کبھار کے دن گئے -

زمین پر جو چاند آسمان پر جو سورج ہے جیسے چاہو ...
وہ مغرب کی طرف سے کہو یا مشرق کی جانب ...
نہ بیٹھو نہ لیٹو نہ اٹھو - ... جو حکم ہو ...
اور شہادت دے جاؤ - حکومت کی پالیسی پر نکتہ چینی
اور سرکاری چاکر سرکاری نمک خوار جس بیچارہ
کی حالت پکار پکار کے کہہ رہی ہے کہ

مرا جان بدہ کشتن بہ سر بزن

بھلا آنکھ کی برائی ہیرن کے سامنے کس سے ہو سکتی ہے!

[illegible]

تمہید ... کیسی رہائش
مشکوک نہیں ہی
فرض کرو یہ کمیشن کا
حکم ہے کیا تمہیں خیال
تھا کہ اس محکمہ کا کوئی
کمیشن کے سامنے اپنے
تنقید کی جرأت کرے گا؟
اسے جوش کی دوا کرو -
یہاں تنقید کا چلتا ہوا
طریقہ یہ ہے کہ مردار
لاش پڑی ہی تو کبھی
پھر بیکار ... چلتی
بڑھ کے چھا لیا - کسی کو
جو ... کسی کو گالی دی
بھلا کل ... وراثت ہوا
... ہو کر ...
... انکار!
غرض جو قسمت اس ...
میں ... قسمت میں کبھی



وہ اردھ - بہت ڈرا دھمکا چکا اب نکل یہاں سے - ہم یونہی ڈرتے رہتے تو آج تک نیند کیوں آتی -
یہ خواب نہیں بیداری ہے

اب تو کمیشن ہی ہر بیماری کا علاج ہے -

(۳) آئندہ ملازمین سرکار کو کمیشنوں کے سامنے
شہادت دینے کی حالت میں حکومت کی پالیسی انکے
فیصلے اور طریقوں پر ہر قسم کی نکتہ چینی سے احتراز
کرنا ہوگا - ان کو ... سے بھی ... لازم
ہوگا کہ ان کے محکمے کے طرز عمل پر کیا سکتی ہو کسی دوسرے
محکمہ پر کسی محکمہ کا افسر نکتہ چینی نہیں کر سکتا -
صاحب تو صاف صاف ہی کیوں نہیں لکھتے کہ

اور سچ تو یہ ہے کہ سرکار کرتی ہی کیا ہے جو اس پر کوئی
نکتہ چینی کی جرأت کرے - ہر چیز خدا کے فضل سے
معصوموں کے اختیار میں ہے - ان پاک فرشتوں کی
برائی میں زبان کھولنے کے کیا معنی نہیں ہو سکتے
بگاڑنے والا پاگل خانہ کے قابل ہے کس کی مجال ہے
کی سند دے سکے وہ لائق نہیں ... کہیں ... کا اٹھا!
آپ نے کس سے مشق کرائی ہے - اسے ہے الغرض
سے بھی گزرتے ہیں - ہر حکم میں افسر کے رشتے میں

ہوتی تھی اسے مل گئی - یہی نہیں کہتی کہ یہ عام ...
ہو عام دستور ہو کہ نوکر جتنی ہی کیوں نہ ہوتا
... کبھی گئی باتیں ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں
قانون کی کتاب میں ایسی ہیں ... کی بنا دی
وہ ... ہے اور ... میں انکی ... نظر
بلکہ جب کبھی کوئی ... تنقید کی خوشی تھا
... ہوگی ... تو ... صاحب
کی خاص ... ہو گئی ... میں

کیوں ؟ — قرض بھی اور لگتا کامیاب ہو جاتے لیکن جب پولیس السرصاحب مجسٹریٹ باغ کے سامنے تشریف لیجاتے تھے تو زمانے بھر کی اس موقع پر حضور ضد کی کرتی ہوئی جت اٹھا لی پڑی تھی مرنے خودکشی کے دریا میں خود لگا جب کہیں یہ کالا پاس ہوتی اتر آیا۔ بھیس بدلے اوپر اٹھنے لگا۔ مردہ ہی کے چارپائی پر لیٹا ہوا چھوکرا لڑکا کہیں بھاگ گئی وہ بستی ہوئی آپ جیتے ہوا اور وہاں تک پہونچی نیا جرم ہوگیا ہوں اور امانت جرم کے مجرموں کا پتہ چلا۔ ان میں سے کوئی گواہ سنتی ہیں ہے۔ کوئی مجرم بے گناہ نہیں ہے آئندہ عدالت کی اختیار ہے۔ عدالت ان مجرموں میں سے بعض کو بری بھی کرتی ہے پھر بھی پولیس سے کوئی پوچھتی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اپیل میں اکثر مجرم نہیں بڑی بڑی سزائیں ماتحت کچہریوں میں دیجاتی ہیں عدالت بری اور بے گناہ قرار دیے جاتے ہیں اور ماتحت حاکم سے کوئی یہ بھی نہیں پوچھتا کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جب گھر میں آپس کا رکھ رکھاؤ ایسا ہے تو کمیشن کے سامنے جس میں بہت غیر آدمی ہوں گے اپنے محکمہ یا دوسرے محکمے کی بات زبان سے کیونکر نکلے گی۔ ان بھول چوک کی بات بہا دوسری ہے۔

آج اگر محکمے ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرتے اور اس نکتہ چینی کو فوقی کی نظر سے حکومت دیکھتی پھر جائز طور پر دخل بھی دیتی تو ملک کے بھلے دن آجاتے اور اودھ پنچ حکومت کی غفلت پر ان قہقہے نہ لگاتے۔ حکومت کے ساتھ عام رعایا کو محبت ہوتی۔ اور سب رونا تو اسی کا ہے۔ اور یہی بات ہے جو دنگے کا زہر رنگ لاتی ہے اور چال اچھال کے لنگوں کو حکومت کی طرف سے بڑھانے اور کامیاب ہوتے ہیں۔

بعض میں یہ کہتی ہوں کہ انگریزوں کی حکومت ایسی بری نہیں ہے سو کمتروں سے ابھی ہے مگر قانون ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جنہیں خوف اللہ

اور شک سے قرض کی بحث ہے خاص بحث نہیں تالی تھی اعلان کرتے ہیں ان میں چاہے تم ہو چاہے بڑے لاٹ صاحب ہوں۔ نہ ہی صاف صاف کہتی ہے کہ لاٹ ہارڈنگ کے سے نیک دل دانا شاس دردمند حاکم جہاں بھیجے جاتے ہیں حکومت اور رعیت کا میل جول بڑھتا ہے پولی تاکیں پھنسے پہ پتوار بجھ جاتے ہوا تھا مگر اسکا نیچی ہر گلی جہاں بھیجے گئے ٹرکوں آسیاں ریڈنگ ! ہم کو جاہیں چاروں میں ادوا کیسے دونوں میں عداوت کی آگ بھڑکانے کا ہتھکنڈہ ہو گا۔ یا کی کی کرامات کی بہتری قابل نہیں۔ ایسے حاکم کئی دن میں شرمندہ ہوتے ہیں اور رعایا میں قابو پاتی ہیں کے مارے چال بازی بے مروت قرض کے بندے مطلب کے دیت کے جاتے ہیں۔ جب تک یہاں رہتے ہیں ان کا بازار رہتا ہے اور شاید اور دلپ ہوت وہ داغ دوزی رہ کچے رہ جاتے کی جبکہ وہ پرانے ٹھیکرے کی قلعی وہ لوٹ کی ہیں غائب ہو جاتی ہے۔ رکیے وہ نکلے ہیں ہو جکاری رنگ تھی آجکل بھیا اردو کے بگھلے نہیں گلچیں پیدا سے جلسوں میں اکثر اور تے ہیں۔ ایک حاکم دوسرے حاکم کی ذمت دفعہ (قانون ملازمت سرکاری) کی رو سے نہیں کرسکتا اسوجہ سے یہ نزلہ بھی غریب رعایا پر گرتا ہے۔ وہی مثل ہے ایک تھیں بی بھٹیاری انھیں لڑکا بڑا ہیسر کی بیماری تھی بیچاری جب ٹکیاں اٹھا کے چولہا پھونکتیں آسانس کے ساتھ پیٹ کی ہوا بھی نکل جاتی لوگوں کے آوازوں تو آوازوں کا علاج یہی تھا کہ اپنے چھوٹے بھٹیارے کو پاس بٹھا لیتیں۔ خطا کرتیں خود اور سزا دیتیں بچے کو بہ اگر وہ بے غیرت۔ نک ہرامی ! یہ کیا اور معصوم کی جنبیا پر دھول جلدی۔ اتفاق سے ایک دن کوئی یہاں مسافر قریب بیٹھے ہوئے تھے اور انھیں بھی بھٹیاری کی بیماری تھی۔ یہ اسرار یہ بھرپ سنتے تو ان کے ہاتھ لگا کر بھٹیاری سے شرماتے وہ تھے انھوں نے بھی ونڈے کو سرکار

ونڈا دو دے لگا۔ اسوقت سے یہ مثل عام ہوئی۔

..... کوئی مارا جائے بھٹیاری والوں بیچ جو یہ سکتا ہے انجان آدمی کے سامنے جیب ٹوٹ سکتی ہے مگر بیماری نہیں جاتی۔ ایک جنگال آرڈیننس ہی کی وصول کرلو۔ یہ وصول کی بیگنا ہوں پر پڑتی ہے۔ ریڈنگ کی جیب تو جا ہے سٹ گئی ہو مگر سازش کی ہوا اسیر ابھی تک موجود ہے۔ وہ جادو شومیں اور پڑیں تب بھی ان جادوں کے دیکھنے نہیں نہیں آتا کہ ہواسیر جائے۔ بڑا بھٹیاری ایک بچھی تسی سرکاری رہنے والی۔ اتکا کام ایک لڑکے سے حل گیا اور نزلہ رفع ہوتی ہیں۔ انگریزی حکومت بہت بڑی حکومت ہے سہ نہیں ہے اے کتنے بھٹیاری والے دفاتر قسمی شرمندگی رفع کرنے کے یہ رکھنے پڑینگے ؟ اور بھٹیاری کا مرض جب اس سے گیا تو حکومت کا مرض کیا چارہ ذرا غور کرو۔

آئینی کمیشن کے بارے میں کوئی سرکلر جاری کرنے سے زیادہ بہتر ایسے لوگوں کی تلاش ہے جو گواہی کے وقت نہ رو دیں نہ ہی کمیشن کے تصور آنان را بہ حکومت کا ہے "

اب یہ اچھا ہوا کہ بقول اخباری کا نفرنس کے سنسنے سے غافل ہو ۔ اس قسم کا شیانا سرکلر شائع ہوا (جیسا کہ) کی سن گن پا گیا اور حکومت کی مدد سے کمیشن کے سامنے سرکاری ملازموں کی جو گواہی ہونے والی ہے اس کی حقیقت اس سرکلر نے کھول دی اب سرکاری ملازموں کا بیان بھروسے کے قابل نہیں رہا۔ کیا عجب ہے کہ اخباری کانفرنس کمیشن کے سامنے رکھے جائیں۔ اور اسے بغیر کھے ہی ان کی بات کا بیان معلوم ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بیان ہی سرکلر کا جانشا ہو ڈرین کیا ایسا ہو یا نہیں ؟

میر عبداللہ ورزیر محمد شاہ شہنشاہ دہلی مرحوم کے بھائی اپنے وطن دربار سے آئے۔ بیچارے دیہاتی گنوار تھے بادشاہ نے بلوایا میر عبداللہ کے گوارا میں سے ڈر سے آگر کھڑا گرگ معاجات ہو انھوں نے کہا۔ دیکھیے بھائی صاحب بادشاہ کے سامنے ہماری پوشاک پہن کے جائیے۔ حکم میں ادھر ادھر نہ دیکھیے۔ بس۔

ٹوری کی شہزادیان پیش کیجیے۔ وہ نہیں گئے نہیں میٹھی میٹھی
نرم نرم باتیں کیجیے۔ وہ تو گئے دربار۔ یہاں بھائیو
نے تو بل جانے کی رکھ بجائی شروع کردی کوئی پوشاک
پست ۳۰ آنی ٹرکی دس گرے تو ہمیں پوچھا کیا وہی
اودھ کے جٹ دربار۔ سامنے میں شہزادی آتی تھی اب
سب سے کہہ کر کیا تھین شہزادی جو زمان بیچ میں حائل
آخر قالین سمیت شہزادی کی۔ بادشاہ کے سامنے
مشرق رضیین صندوقچہ بھاری زرجبل پوشاک
پہنے جاوٹے۔ ظل اللہ نے آنکھ اٹھاکے دیکھا
انھوں نے شہزادیاں پیش کین حضور نے ہاتھ
بڑھایا۔ یہ جھک کے کہنے لگے ...... پھینتا ہو
میں جانی صیاد کر گیا ہوں دونوں کا شکنا
نے پوچھا۔ یہ صاحب مزاج تو اچھا ہے۔ کہنے لگے
یہی وردی۔ گر وہ لہجہ نرم اور میٹھا جواب۔
دیکھا آپ نے سکھائی پڑھائی بات آخر عجیب
دسکی یہ سرکار حکومت شناس ملازموں کے پہلے
بھی فضول ہے اور سرکاری ملازموں کے واسطے بھی
(۳) گی ہوں کرتا بجانی۔ غلط واقعات بیان کرنے
یا کسی قانون کی صورت بگاڑ کے پیش کرنے سے
پرہیز کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ گھبراہٹ میں کوئی
ایسی بات منھ سے نکل جائے جس کا اور بھی رخ ہو
یا جس کی دلیلیں بچہ جیسی بودی ہوں۔
اچھی خیر۔ میں کہتی ہوں یہ کیسا سرکار ہے۔
اگر سرکاری نوکروں کی طرف سے تمہارے دل میں
یہ اندیشے بھر کر دیے جاتے ہیں تو لاٹ صاحب
یہی کہ دو کہ سرکاری نوکر کوئی ٹینی کمیشن کے
سامنے گواہی نہ دے۔ دے گا تو بڑا
کوئی نہیں۔ اے ہاں۔ پہلے تو جاتو تا جانو بھی
بھری ہر طرح کی نکتہ چینی کی منادی کردی اب
ایک سرکار کے نکتہ چینی کا آخر اسکا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی کہ ایک
بھلا مانس بھی گواہی دینے نہ جائے گا۔
حکمرانوں کی خرابیاں صرف نوکروں اور محکموں ہی
یہاں کو نہیں معلوم ہیں۔ باہر والے بھی خبر رکھتے ہیں۔
تم کو معلوم ہوگا کہ کئی حکمرانوں کی بدولت سیکڑوں
برس پہلے ہندوستان میں ایک واقعہ ہو چکا ہے۔

ایک تھا راجہ اسکے سر پہ سینگ نکل آیا۔ اسکا دارو
بچارہ کبھی کبھی اپنے سینے میں اپنا بھید چھپائے اور ملال
رات بگڑی سر پہ لپیٹے۔ اگر نائی بے کے۔ بال بڑھے
اور اتنے بڑھے کہ وہ بال ہو گئے۔ نتھو نائی خلیفہ کے
جا جایا تھا۔ سر چھونے کی اسکو بھی اجازت نہ تھی
جوؤں کی افراط سے بچنے ہو کے راجہ نے بیان نتھو
کو راز دار بنایا اور تاکید کی کہ خبردار اس سینگ کی
اطلاع کسی کو نہ دینا۔
نائی غریب کو کوئی مالی ذلت نہ تھا کہ راجہ جی کے
راز کسبت زکسو ہ میں سکت اسکا ظرف تو بس اتنا
ہی بڑا تھا جتنی بڑی بال جکڑنے کی کٹوری ہوتی ہے؟
سینگ اور راجہ کے سر کا سینگ پیٹ میں گویا کسی
سے کہتا ہے تو جان کی خیر نہیں۔ چھپاتا ہے تو ہضم
نہیں ہوتا۔ ویرانہ میں ایک کنواں تھا میں نتھو
کو جب راز داری کی تخمیر ہوئی تو اس کنوئیں میں
منھ ڈال کے یوں بولا کرتے۔ راجہ کے
سر پہ سینگ۔ اتفاق کی بات کہ کنوئیں کی جگہ سے
متصل۔ یہاں ساکا ایک درخت اگا۔ اسکی جڑیں
کنوئیں کے اندر پہنچیں۔ یہ آواز پانی کے ساتھ آواز بھی
درخت میں پیوست ہوئی رہی۔ گرتے اور ڈھاری
اس درخت پر عاشق ہو گئیں۔ طبلہ اور سارنگی کے
واسطے اسکی لکڑی مخصوص ہے اور بہت قدر کے
ساتھ مول لیجاتی ہے گوئیوں نے اسی درخت سے
ایک جوڑی طبلے سارنگی کی تیار کی اور راجہ کے
دربار میں مجرا کرنے گئے۔ رنڈی نے ناچ کا ٹھاٹھ
باندھا۔ سارنگیے لگے۔ ہر ہوا چلا کے زور کا پھیرا۔
سارنگی نے کافی کی دھن میں آواز دی:-
راجہ کے سر پر سینگ۔ ۲۲۲۲
راجہ کے سر پہ سینگ۔
پھیر اٹھن گیا۔
یہ کن کن کہو۔ کن کن کہو۔
طبلے نے بھانڈا پھوڑا۔
نتھو نائی نے کہا۔ نتھو نائی نے کہا۔
سنا لاٹ صاحب! سینگ ساری دنیا میں نکلے ہیں۔
یہ سینگ دستار و پگڑی میں لپٹا ہوا تھا۔ گر سرکاری

حکمران کے سر کا سینگ عام رہتا اور کسی پیٹ میں گھوم
رہتا ہے۔ کون ہے جس سے اسکا ظہور ہوا اگر کمیشن کے
سامنے مجرا ہے۔ اور یہاں سارنگی سارنگی بول اٹھی۔
وہ دولت کی اور ڈھولک۔ ۲۲۲۲
لگا ہے رشوت کا سینگ دستم ہو
لگا ہے رشوت کا سینگ ......
اس وقت پھیرا جاتا ہے جب یاد ہو پیچھے کن کن کہو
کن کن کہو۔
نقارہ طبل ضرور بول اٹھے گا۔
ہم نے کہا۔ ہم نے کہا۔ ہم نے کہا۔
جا ہے سرکاری نوکر اپنے اور دوسرے محکمے کی آمدنی
میں تصدیق کر کے لیجائیں یا نہ لیجائیں مگر ہیں
چلی چوری سے بچیں۔ یا نہ بچیں۔
(۵) نہ ہی مناسب ہوگا کہ پبلک میں ایسے
معاملات کے متعلق شکایتیں کی جائیں جن سے
ضد پیدا ہوتا حکومت یا اس محکمے کا فرض ہے؟
کہنے سننے کا میدان وسیع ہے۔ اخباروں کا ذرا بھی
کی زبان ذرا بھی اٹھ رکی ہے۔ پنچ بھی نوبت
دکانگریس) کی طرح نہیں لیکن آج تک قینچی
کی طرح چلتی ہے۔ کوئی حکمران شکایتوں کی پروا
نہیں کرتا تو آخر ٹینی کمیشن سے زیادہ کب کا ڈالکے
اختیار میں تو اتنا بھی نہیں ہے کہ ایک افسر کو بھی
برخاست کر سکے۔
ابھی لاٹ صاحب تم اپنے دل میں کہوگے کہ
بڑھیا چاؤ کا تماشہ ہوگی سرکار کے دامن میں
جو ابھی تو بیٹھ چھوڑنے کا نام نہیں لیتی مگر
تمہیں ہوں منطقی۔ منطق کے خلاف کوئی بات
سن نہیں سکتی۔ اپنے خدا کی ان کے اسی
سرے ماشہ فی سرکار کا حال کہہ ڈالوں کیسے
تمہارے حکم سے جاری ہوا یا نہیں اور ان
جملوں کا صحیح مطلب کیا ہے۔ فقط
راقم ———
خیر خواہ حکومت منطق آرا

پنچ۔ بیگم صاحب! آپ جانتی ہیں کہ رشوت
یا دھینگا دھری یا اور دوسرے قسم کی لیز ادعون



انڈیا: "آہ۔ درد ہے۔ مدت سے بیمار ہوں"
جان بل: "دیکھو۔ گھبراؤ نہیں۔ نسخہ پہلے ہی سے لکھا رکھا ہے۔ مریض تم ہو۔ مگر درد کا اثر ہے ہم پر۔ پاس پڑوس کے لوگ نام رکھتے کہ علاج میں تک و دو نہیں کی اسلیے کمیشن مقرر کر دیا ہے"
ڈاکٹر: "جملہ صفات ڈاکٹری کے مجھ میں موجود ہیں۔ آر۔ ے۔ بے۔ آر۔ ے۔ بے"

حکمران میں نہ ہونے پائے تو بھلا اپنے ہم وطنوں کے دل سے انقلام و ظلم قبول کرنے کی محبت نکالیے اور رشوت دے کے مطلب نکالنے کی خواہش اور کیجیے۔ اور یہ حلال مشکلات ہے۔ سرمایہ داری کا غرور یا دولت کا بھوت اور خود غرضی کی شیطانی قوت۔ طرزِ انصاف کی پیچ در پیچ بھول بھلیاں سفر وعن رستین قانون کے ڈھکنے کے نیچے انصاف کا جبر ہوتا۔ ہر ملک ہزاروں کمرشے میں جنگ جل رہے رشوت کا جھگڑا کر رہا ہے۔ حکومت قانون کی بدنامی سے ڈرتی ہے نا انصافی اور خدا سے نہیں ڈرتی۔ سرکار کسی منفعت کی تحسین نہیں کرتا۔ اسکی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے پر ہری ہری دوب آگی رہے اور اپنی گرا ہی اپنے ہی حق میں بڑی ضرب پائے۔

ایک ننھے بچے دس آنکھے بیان کمیں سے پانچ لڈو لے جاتے تھے اکیلے کھائیں لڑکا سامنے بیٹھا تھا اسکی للچائی ہوئی نظریں دیکھ کے فرمائے گر جال سوچ کر کہنے لگے "رام دین، پانچ لڈو میں ایک تمھارا ہے وہ تمھاری ماں اور گور کے لیا کے ہیں ایک تمھاری بہن کا ہے ایک ہمارے لیے رکھ چھوڑنا اور ایک اپنے چچا کو دینا۔ اپنا اپنا حصہ لے لو گر کچھ کوئی لڈو ڈھونڈنے نہ پائے" رام دین انکا حساب جانتے تھے کہ پانچ لڈو دن کے بیچ حصے بغیر لڈو دانے ممکن نہیں انھوں نے لڈو ذرا کے اپنی ماں کے حوالے کیے اور کہہ دیا کہ بابو کے لیے رکھ چھوڑ دو سرکار کا مطلب بھی یہی ہے کہ لڈو بابو کے واسطے محفوظ رہیں۔ سرکاری ملازم غالباً اتنی سمجھ سے تو محروم نہ ہونگے جتنی خدا نے "بیانا رام دین" کو عنایت فرمائی تھی۔

سچ پوچھیے تو برٹش حکومت کو ہندوستانیوں میں ایسے ہی سرکردن نے بدگمان کیا ہے۔ ورنہ ہندوستان اور ہو گا جبکہ انگریزی حکومت کے رعب کے بغیر ہی انتظام کا بھوت بھاگتا تھا۔ لوگوں کا ایمان کی طرح انگریزی حکومت پر تھی۔ آج بھی اگر ہم پوند کا پرکار گوش لشکانے سے غافل نہیں سکتا۔

گر زیبا جھگڑے وار محل بڑھنے سے بدگمانیوں میں کمی ممکن ہو۔ بقول آپ کے اس وقت پارلمنٹ صاحب لوگوں کی ضرورت ہے جنہ ریڈنگ شاہی کی اسکا لقمے ہی ہو کہ ہمیں ہمارا جدید بلا غزی

کنگ پیچوں کی کھوکھلی سے پاک رہے۔ چاہے مابعد ساز خون کا زرد با کھلے خفیہ تھے اور ہمارا یا بہر بازی ہے۔ اور یہ روش صحیح الدماغ برٹش مدبروں کے نزدیک غالباً مشن ملک کی مستحق ہوگی۔

تحفہ سال نو

"راستی"

دیو بند سے ایک نیا ہفتہ وار پرچہ "راستی" نکلا ہے۔ یہی وہ نام ہے جس کی تلاش دنیا میں گرد سار ناخن فنا ہوتا ہے۔ سید حبیب حسن صاحب جونپوری سابق اسسٹنٹ ایڈیٹر ہمدم انکے مدیر ہیں ابتدائی عمر سے جرید نگاری ان کا مشغلہ ہے۔ سند ل اور تیس آدمی ہیں امید ہے کہ زمانہ کے آثار چڑھاؤ سے بخوبی واقف ہو گئے۔ "راستی" صدق کے مرادف ہے صدق "حق" کے مرادف ہے اور "الحق مرّ" ایک مشہور مقولہ ہے "سچ" محبوب تر ہے لیکن ایسا محبوب جو اپنے عاشق کی گردن پر چوٹ کرنے کا عادی ہے۔ اسکے نعرے نرالے ہوتے ہیں کسی مدعی کا دعوی صدق و راستی پر مبنی ہو تو وہ اکڑ تا ہے کہ ہم سچے ہیں مگر جب کسی مقدمہ میں یہی صاحب مدعا علیہ ہوں اور مدعی بر سر حق و راستی ہو تو پھر تعجب کی بات نہیں کہ ناک چڑھا دیتی ہے جس کے ساتھ "نعرہ" کی نوبت آ جاتی ہے۔ "سچے اخبار" کا عذر اور "الخبر یحتمل الصدق والکذب" جھوٹ بولے میں آنے کا "سچ کہتے ہیں پڑے گی۔ پھر کہیں مصدق" میں افراط ہو گئی تو لے دے جائے خصوصاً حکومت وقت کے بارے میں سچا کڑوا منھ سے بمشکل نکلے گا اور سعادت مندوں کے بچے کی طرح

پیٹ ہی سے "دفور لنگڑا ہوئے" نہیں "بائسکل" کی اسٹک کر کٹ بیٹے سیہ بغیر پڑا ہوا نہ آئے گا۔ پھر نہ سکے مولویوں کو ان کے بارے میں سچی بات کہیں اور شامت آئی۔

اب رہی "رضائے خدا" تو وہ صراطِ مستقیم پاؤ اسپیچ کے کام آئے تو آئے۔

خدا اس نام کی لاج رکھے۔ اور ہمارے دوست سید حبیب حسن کو اس تلخی کے برداشت کرنے کی توفیق دے۔ کہ "صاف کہو" نہ آنے پائے۔ لکھائی چھپائی صورت اور لکھاوٹ جونپور کے سے غیر مانوس شہر کے دیکھتے نہایت قابل تعریف ہے۔ نمونے کا نمبر "شانِ تالیف" کا پتہ دیتا ہے۔

پیانہ رہی ہے جو ہم کا ہے قیمت سالانہ چار روپے سال نو کا یہی تحفہ ہے۔ اور اچھا تحفہ ہے۔ لیکن کو فواصع الصاد قین فقط۔

مولانا پنچ کی نوٹ بک

ہلال اور ترسول کا ادغام

"خبر سعید" "اشتہاء" کے ساتھ سنی جائے گی کہ اس گنگا لی کی سنگینی سن اصحت علی سے ہو گئی ہے اور عنقریب ہلال اور ترسول کا سنگم ہو جائے گا "نذول راشمی تو کیا کرے گا قاضی" یہ تو ایک مبارک فال ہے کہ اب مذہبی تعصبات فرزانہ قومی کے معاملے میں خلل نہیں ڈالتے گر یہ شادی اعتبارِ مذہب کچھ زیادہ مستحکم نہیں ہے۔ کیا ستی کہتا کتا ہے میں مسلمان ہی رہوں گا اور یہی کہتی ہے میں ہندو ہی اپنا مذہب رکھونگی تاہم جسمانی اتصال ہو گا کامل۔ گر قلبی اتصال میں ایسی جھری اور دراز باقی رہے گی کہ کبھی کبھی مذہب اپنی آنکھیں سینک لگا کے پکار اٹھے گا۔

ما کہ دونوں اپنی عمر بھی طرح ہنسی خوشی اور محبت کے ساتھ گزار دیں۔ تعصب کی گرد آئینہ خاطر کو کدر نہ کرے گر شادی اور میراث دونوں خالص مذہبی مسئلے ہیں ہندو خاوند کے بلیس بانس حل سے گر چھوٹے چھوٹے اصحت علی کے یا ننھی ننھی لنگڑیاں

کل یہ بھی تو آگیا تو دیکھیں کہ آیا پہلی صحیح سیل رجعت ضرور کھائیں گے۔ سیل برج کا قانون تو ہے لیکن سیل برج کا قانون ابھی تک سنا نہیں گیا۔

عالمہ بزرگوار مسلمان ہیں اور مسلمان ہیں کے دین حال شرع کی حفاظت کے واسطے وہ دان پالان باٹ لگتا ہے۔ وصیت بھی اول تو تمام اسلام کے نزدیک وارث کے حق میں جائز نہیں اور بہ فرض تسلیم ہو بھی تو ثلث پر جاری ہوگی۔ بہر حال ہمارے نزدیک عشق نے کوئی ابھی کاروائی نہیں کی۔ زندگی میں ہی کہہ دیا جاتا ہے سے

کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست

گر مسلمانی پھرنے کی حالت میں مسلمانی درکار ہو جاتی ہے؟ خدا انجام بخیر کرے۔ ایڈیانسیس تنگلوں کا بھی بھلا چاہتے ہیں اور مسٹر آصف علی کے بھی خیر خواہ ہیں۔

کانا مجھے بھائے نہیں کانے بن بھائے نہیں

یہ ایک مثل ہے مگر ہمارے دوست مولانا حسرت نے عمل کر دکھائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ونڈ انیڈ آف مسلم لیگ کے کان میں اذان دیتے وقت "سیمن کمیشن" کا لفظ کسی کی زبان سے نہیں نکلا۔ بائیکاٹ کمیشن کی اعانت نہ کرو تو اس سے مگر شکرہ بھی شکر ہیں کمیشن کی تائید نہیں کرتا۔ اسلئے کانے بھی بھلے برے قوم نے کوئی سمجھوتا آپس میں نہیں کیا ہے جو بہ دوست کی زبردست آزادی سے دل مطمئن ہو جائے۔

مگر وہ شاید بھول گئے۔ نئی مسلم لیگ جو للہ اسی ریچ کو لیے ہوئے قائم ہوا ہے کہ کمیشن اسکی چھٹی کا سامان بنے۔ قوموں کے آپس میں سمجھوتہ اتنی جلدی یہ مثل ہے سوم جہاں آئے۔ جن لوگوں نے کمیشن کے دو کانگریس کے مقابلے کی خبر سنتے ہی "سیمن نتا" کی نیت میں نغمہ و رنگ فرما کے اعجاز عیسی کا دعوی کیا ہے

وہ سمجھتا ہو نے اور حاجی ہوڑ کا بازار گرم ہوتا ہے کی بدولت لیڈر بنے۔ جب بڑے لوگ ہی سوالیے بنے (اور شاید نوکر بھی ہوگئے ہوں) تو کچھ ہوا ہوگا ہے کہ اگر سمجھوتا ہو گیا وہاں بھی وہی حال اتفاق کی بانگ لگانا ضروری ہے۔ تو بھائی حسرت آخر تم ایسے اہل شیطان ہی کس شفاعت کی امید پر تھے تھے۔ اخبار کی کالم میں اپنا عندیہ ظاہر کو کیا گیا؟ اختلاف رویت میں جو کیفیت ہوئی ہے کہ آج سنیوں کی عید ہے کل شیعوں کی عید ہے یعنی آج بھی عید ہے کل بھی عید ہوگی۔ آج بھی عید نہیں کل بھی عید نہیں۔ اب جو کمیشن صاحب کے وارد ہونے پر ہوگی۔ جبر بھی کسر بھی کمیشن بھی ملاپ بھی۔ نہ کمیشن نہ ملاپ۔ سمجھوتے کے مطالبے کمیشن کا تعلق ہمارے سمجھوتے سے باہر ہے۔ کمیشن جنبہ ہے نہ مسلمان نہیں ہماری کوڑی کی طرح نہ جیت ہے نہ پٹ وہ تو گلے کے چودھری بنا اٹھائے کھڑی ہوئی ہے راست پر جو مسلمان اور ہندو (خواہ مخواہ) ترسے جھکے قربان اسے ترسے نیچے کے مقابلہ کر رہے ہیں۔

بڑا غضب ہوا

آجکل انجناب انتظامی مشکلات کی وجہ سے بیر بیار ہوتے ہیں اور تاریخ اشاعت کے مابعد جو مزے دار خبریں نکلتے میں آتی ہیں ان پر کچھ لکھنا قبل از وقت سمجھا جاتا ہے۔ غیرہ گو ہوتا ہی رہے گا مگر ایک بڑا غضب ہو گیا"

(بحوالہ ہمعصر حقیقت) ایک کمیشن کے ورود کی خوشی میں ہڑتال نہ ہوگی کیوں؟ اس وجہ سے کہ امین آباد پارک میں مجلس میلاد برپا کرنے کا عقدہ ابھی تک حل نہیں ہوا۔ اور میلاد کمیٹی کے جو اشتہار عام باشندگان شہر کے ہڑتالی بچے کے قبل گزرگاہوں پر چپکائے گئے تھے وہ بقول راوی حقیقت منشی سیماب الرحمن صاحب ندوائی نے پھاڑ ڈالے۔ لہذا ہڑتال نہیں اب مومنین کا ہے سے اس گستاخی کا جواب ہیں ہے کہ ہڑتال ہو۔ واہ ری مخلوق ایشین میں کوئی ہندوستانی شریک نہیں کیا گیا جو ذلیل کی تذلیل ہوئی۔ تو ہم اس کا ٹھنڈے دل سے استقبال کرینگے اسلئے کہ ہم سے اور ہندوؤں سے ابھی تک ملی رہی ہے۔ میلاد کمیٹی کے اشتہاری کاغذ سیماب الرحمن صاحب نے پھاڑ ڈالے تو ہم ہڑتال نہ کرینگے اور تمام شہر کی مخالفت کرینگے۔

مبارک ہو اے انگریزی حکومت مبارک ہو خدا رکھے ایسے دل و دماغ کو جو یہ رواداری میں رکھتا ہے۔

المختصرات

ایک بی بی سے میاں خوش ہو کے بات نہ کرتے تھے۔ اتفاقاً میاں نے گنڈیری چوس کے چھلکا پھینکا۔ وہ اچھل کے بی بی پر جا پڑا۔ بی بی نے خوش ہو کے اپنی ماں سے اس میل ملاپ کی عمدہ تمہید کا ذکر کیا۔ ماں جان نہال ہو گئیں ہمسائے میں کہتی پھرتی تھیں۔ "کہاں گنڈیری کی پھینکا چھلکا تنک تنک میری بچو کا سہاگ بڑھ رہا ہے"

ہمارے کونسل میں بھی ایک گنڈیری کا چھلکا اچھل کے بی اردو جان پر گرا وہ بھی پھولی نہیں سماتیں اردو جان کی والدہ شرافت کہتی پھرتی ہیں اے شاباش اب اردو میں بھی مضمون وغیرہ لکھے جا سکتے ہیں تنک تنک میری بچو کا سہاگ بڑھ رہا ہے"

خدا کی شان عالمگیر زبان اردو کی یہ نوبت پہنچی!۔

جاڑے کے پالے بارش بے سدھ کام نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ منشی قدیم صاحب نے دو غزل کے استعمال اس ہفتہ ملتوی رکھا ہے بہت انتظار کیا گیا۔ خیر آئندہ اس مفید نظم کا آخری مختصر حصہ شائع ہوگا۔

مشہور عالم دواخانہ معدن الادویہ کی تیار کردہ تیر بہدف ادویہ

طلائے عنبر

[illegible]

قیمت فی بکس
۴ خوراک (عہ)

بالم عنبری دوا خاص الخاص

[illegible]

درست و مضبوط کرتا ہے۔

فی بوتل پانچ روپیہ (صہ)

تین بوتل کے خریدار کو ایک گلاس ہدیۃً مفت

طلائے مسکی

اعصاب کی تقویت میں بےنظیر ہے [illegible]

بخشتا ہے کہ بیان باہر ہے۔

قیمت فی شیشی

آٹھ روپیہ (للعہ)

حب یاقوت مقوی و ممسک

طاقت [illegible]

قیمت فی بکس ۴۰ خوراک مع

محصولڈاک پانچ روپیہ (صہ)

ہر قسم کا طبی مشورہ دواخانہ معدن الادویہ کی مجلس الاطبا سے مفت حاصل ہو سکتا ہے صرف جوابی ٹکٹ درکار ہے۔

فرمائش کیوقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے | مہتمم دواخانہ معدن الادویہ گولہ گنج لکھنؤ | فہرست کلاں مفت طلب فرمائیے

نایاب اور بیش بہا تحفہ

[illegible]

المشتہر

حکیم سید ... نواب بیت الشفا، گیا (بہار)

سچا ہمدم دلی دوست

[illegible]

دیکھا مصری جام ... کا مشہور اخبار

ایجنٹ امرچند ... لکھنؤ

پدمنی مہک تیل

[illegible]

مختار احمد بجری مرچنٹ موجود ہے

[illegible]

مجلدات اودھ پنچ ۲۶-۱۹۲۷ء

[illegible]

رکھنے کے قابل۔ قیمت فی جلد ... مع محصول۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

سکھ ... سپلائی ... تیار کردہ دوائیں

گورنمنٹ سے رجسٹرڈ

سردھا سندھو [illegible]

[illegible]

دودھ کی کیسری [illegible]

بال سندھا [illegible]

اپنے شہر کے دوافروشوں سے طلب کرو

سول ایجنٹ برائے دہلی پنجاب } بال بہار آفس چاندنی چوک دہلی

سول ایجنٹ امرچند لکھنؤ

[illegible]

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دُھرپد اور ہوریوں کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگون کی دُھرپد اور ہوریان اس کتاب مین انسے نقل کی گئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ خود گلے سے ادا کرکے [illegible] کتاب سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت صاف [illegible] کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ہے [illegible] ایک ستار یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر [illegible] آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقت مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کا مرقع لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے استادون کا سرمایہ [illegible] ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔
حصہ اول کی [illegible] فی جلد۔ محصول ڈاک ہر حال ذمہ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حیات کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۲ والے [illegible] پر اشتہار ملاحظہ ہو۔